## سوال

(294) بہن کا بھائیوں کے برابر حصہ وصول کرنا

## جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

والد کی وفات کے بعد بیٹی کا دعویٰ ہے کہ والد کی وصیت کے مطابق میں بھائیوں کے برابر حصہ لوں گی، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ جبکہ وصیت کا علم صرف بیٹی کو ہے۔

---

# الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ تعالی تمہیں، تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔''[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لڑکی کا حصہ لڑکے کے حصے سے نصف ہے، یہ عورت پر ظلم نہیں ہے کہ وصیت کے ذریعے اسے بھائیوں کے برابر کیا جائے بلکہ اسلام کا یہ قانون وراثت عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے کیونکہ اس نے عورت کو معاشی ذمہ داریوں سے فارغ رکھا ہے اور مرد کو اس کی کفالت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے، اس کے علاوہ عورت کے پاس مہر کی صورت میں مال آتا ہے جو ایک مرد ہی ادا کرتا ہے۔ اس اعتبار سے عورت کے مقابلے میں مرد پر کئی گنا زیادہ مالی ذمہ داریاں ہیں، اس لیے اگر عورت کا حصہ نصف کے بجائے مرد کے برابر ہوتا تو یہ مرد پر ظلم و زیادتی کے مترادف تھا، لیکن اللہ تعالی کسی پر ظلم نہیں کرتا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ''اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔''[2]

اس وضاحت کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صورت مسؤلہ میں والد کا بیٹی کو وصیت کرنا کہ وہ بھائیوں کے برابر لے، سراسر غلط اور بے انصافی ہے۔ اس قسم کی وصیت بے کار اور لغو ہے۔ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ قرآن کریم کی صراحت کے مطابق ایک لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دو گنا دیا جائے گا۔ لڑکے چھوٹے ہوں یا بڑے، اسی طرح لڑکیاں چھوٹی ہوں یا بڑی، سب مذکورہ بالا اصول کے مطابق تقسیم کریں گے، حتی کہ ماں کے پیٹ میں زیر پرورش بچہ بھی وارث ہو گا۔ اس کا حصہ جائیداد سے الگ کر لیا جائے تاکہ پیدائش کے بعد اس کا حصہ اسے دیا جا سکے، بہر حال بیٹی کو بیٹیوں کے برابر کسی صورت حصہ نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس قسم کی ظلم و زیادتی پر مبنی وصیت پر عمل کیا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

---

[1] النساء: ۱۱۔

[2] الکھف: ۴۹۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد4۔ صفحہ نمبر:273

محدث فتویٰ